وقف وابتداء اور حُسنِ معانی قرآن

ڈاکٹر محمد اویس*

Quran e karim is prior to all scriptures cause of its verbal and meaningful inimitability.scripture of Allah has a quality that if its one word is affiliated with before or after, it generates two differint meanings in all two conditions.its meaning enhances by stopping over in every location from both fo them. Nabi Kreem peace be upon Him himself taught his companions (sahabah) knowledge of waqoof e Quran (to stop over in different locations of Quran) and forbade some people from stopping over wrong places and warned them.it depicts the significans of knowledge of Waqf o Ibtada, the other thing that this knowledge is one of the kinds of uloom e Quran. Quran e karim's meanings are assumed wrongly due to unawareness of this knowledge.secondly, beauty of waqaf o ibtida is perceived, which increases mental satisfaction. In this article beauty of waqaf o ibtida will be described.

قرآن کریم کلام الٰہی ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس جیسا کلام لا سکے۔ اللہ تعالیٰ کل کائنات کا خالق ہے کوئی چھوٹی چیز ہو یا بڑی وہ ہر ایک شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق جیسی کوئی تخلیق نہیں کر سکتا۔ نہ کوئی انسان جیسا انسان پیدا کر سکتا ہے اور نہ حیوان جیسا حیوان پیدا کر سکتا ہے نہ نباتات جیسی نباتات پیدا کر سکتا ہے اور نہ ہی ان چیزوں کے اجزاء میں سے کسی ایک جزو کو کوئی پیدا کر سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہے مخلوق اپنے کمالات میں کبھی بھی خالق کے برابر نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کلام جیسا کوئی کلام لا سکتا ہے خواہ جن وانس سارے مل جائیں، کلام اللہ جیسی ایک سورت بھی نہیں لا سکتے اس تحدی کو قرآن کریم نے اپنی زبان میں یوں بیان کیا ہے۔

اَم یَقُولُونَ افتَرَاهُ قُل فَأتُوا بِسُورَةٍ مِّثلِهِ وَادعُوا مَنِ استَطَعتُم مِّن دُونِ اللّٰہِ اِن کُنتُم صَادِقِینَ۔:

کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے اس قرآن کو اپنی طرف سے بنایا ہے۔ کہو کہ تم بھی بنا لاؤ اس جیسی ایک سورت اور اللہ کے سوا جس کو بھی بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

تمام فصحاء وبلغائے عرب کہ جن کو اپنی زبان دانی پر ناز تھا وہ قرآن کریم کی ایک سورت جیسی سورت بھی پیش نہ کر سکے۔ اس وجہ سے کہ قرآن اپنے الفاظ اور معانی کے اعتبار سے معجزہ ہے۔ یعنی قرآن کریم اپنے کلمات کی فصاحت، اپنے نظم کلام کی بلاغت اور اپنے معانی ومفاہیم کے گہرائی کے لحاظ سے بے نظیر اور بے مثال ہے۔

---

* لیکچرار، گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز، لاہور۔

قرآن کریم علیم وخبیر اور حکیم ولطیف ہستی کی طرف سے نازل ہوا ہے۔اس میں متعدد مقامات ایسے ہیں کہ جہاں وقف کرنے سے معنی میں حُسن پیدا ہوتا ہے،اسی طرح ابتداء کرنے سے بھی معنی میں عمدگی اور عجیب طرح کی بشاشت اور فرحت محسوس ہوتی ہے۔اس کا احساس صرف انہیں لوگوں کو ہو سکتا ہے جو علم وقف وابتداء اور معانی قرآن سے واقفیت رکھتے ہیں۔قرآن حکیم کی یہ خوش بیانی اس کی فصاحت و بلاغت کی بہت بڑی دلیل ہے۔

ذیل میں ان چند مواقع کی تفصیلات بیان کی جاتی ہے جہاں وقف وابتداء کرنے سے معنی میں حُسن اور عمدگی پیدا ہوتی ہے۔

(۱)أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔(۱)

یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح اور نجات پانے والے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں ﴿وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ پر وقف احسن اور عمدہ ہے۔اور تمام ائمہ تجوید وقراءت کے نزدیک وقف تام ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مومنوں کی صفات کا بیان ختم ہو جاتا ہے اور بات مکمل ہو جاتی ہے۔پھر ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ سے کافروں کے بارے میں کلام کا آغاز ہوتا ہے۔جو جملہ مستانفہ ہے۔(۲)

(۲)وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔بَلَىٰ مَن كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔(۳)

اور یہودیوں نے کہا کہ ہر گز ہم کو آتش چھوئے گی نہیں مگر تھوڑے روز جو شمار کر لیے جا سکیں،آپ یوں فرما دیجئے کیا تم لوگوں نے اللہ تعالی سے کوئی معاہدہ لے لیا ہے جس میں اللہ تعالی نے اپنے معاہدہ کے خلاف نہ کریں گے یا اللہ تعالی کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کی کوئی علمی سند اپنے پاس نہیں رکھتے کیوں نہیں جو شخص قصداً بری بات کرتا رہے اور اس کو اس کی خطا احاطہ کرلے سو ایسے لوگ اہلِ دوزخ ہوتے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ تعالی کے اس قول میں ﴿بَلَىٰ﴾ پر وقف کافی ہے۔علامہ مکی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ یہاں ﴿بَلَىٰ﴾ پر وقف احسن اور اقوی ہے۔اس لیے کہ یہ اپنے ما قبل کلام کا جواب ہے۔بلکہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے ان

کے قول کی مطلق نفی اور رد ہے جو کہ یہود اور کفار دونوں کو شامل ہے۔ گویا کہ اللہ تعالی نے یہ فرمایا ہے بلکہ تم کو آگ چھوئے گی اور ہر اُس شخص کو بھی جس نے نافرمانیاں کیں۔(۴)

امام ابو بکر زکریا الانصاری اور علامہ اشمونی کی رائے یہ ہے کہ یہاں وقف جائز نہیں ہے اس لیے کہ ﴿بَلٰی﴾ اور اس کے بعد کا جملہ ماقبل کی نفی کا جواب ہیں۔ان کا یہ قول محل نظر ہے اس لیے کہ اللہ تعالی کا فرمان ﴿مَن کَسَبَ سَیِّئَةً وَاَحَاطَت بِہِ خَطِیتہ﴾ جملہ شرطیہ ہے ﴿مَن﴾ شرط ہے اور مبتداء ہونے کی وجہ سے محل رفع میں ہے۔ لفظ (فا) جواب شرط ہے اور ﴿فَاُولٰئِکَ﴾ اس کی خبر ہے اسی وجہ سے اس کا ماقبل کے ساتھ لفظًا کوئی تعلق نہیں ہے البتہ معنوی تعلق ہے۔ چنانچہ اس پر وقف درست ہوگا اور وقف کافی ہوگا جیسا کہ اکثر اہل علم کی رائے ہے۔(۵)

(۳) وَقَالُوا لَن یَدخُلَ الجَنَّةَ اِلاَّ مَن کَانَ ہُوداً اَو نَصَارَی تِلکَ اَمَانِیُّہُم قُل ہَاتُوا بُرہَانَکُم اِن کُنتُم صَادِقِینَ۔ بَلَی مَن اَسلَمَ وَجہَہُ لِلّٰہِ وَہُوَ مُحسِن فَلَہُ اَجرُہُ عِندَ رَبِّہِ وَلاَ خَوف عَلَیہِم وَلاَ ہُم یَحزَنُون۔(٦)

اور یہود و نصاری کہتے ہیں کہ بہشت میں ہر گز کوئی نہ جانے پائے گا سوائے ان لوگوں کے جو یہودی ہوں یا اُن لوگوں کے جو نصرانی ہوں یہ دل بہلانے کی باتیں ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو ضرور دوسرے لوگ جائیں گے جو کوئی شخص بھی اپنا رخ اللہ تعالی کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو ایسے شخص کو اس کا عوض ملتا ہے پروردگار کے پاس پہنچ کر اور نہ ایسے لوگوں پر کوئی اندیشہ ہے اور نہ ایسے لوگ مغموم ہونے والے ہیں۔

یہاں ﴿بَلٰی﴾ پر وقف بہت اچھا اور پسندیدہ ہے اس لیے کہ یہ ماقبل کلام کی نفی کے ابطال اور رد کے لیے آیا ہے۔ یعنی یہود و نصاری کا یہ کہتے تھے کہ اُن کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا تو اللہ تعالی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ کیوں نہیں ان کے علاوہ بھی لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ ﴿بَلٰی﴾ کے اس بات پر دلالت کرنے کی وجہ سے اس کو حذف کر دیا گیا۔ یہاں وقف کافی ہے۔ جبکہ علامہ اشمونیؒ فرماتے ہیں کہ ﴿بَلٰی﴾ پر وقف نہیں ہوگا کیونکہ یہ اپنے مابعد کلام سے مل کر اپنے ماقبل کا جواب بن رہا ہے۔ اس کا جواب وہی ہے جو گذشتہ مثال میں گذر چکا ہے۔(۷)

(۴)هُوَ الَّذِیَ أَنزَلَ عَلَیکَ الکِتَابَ مِنہُ آیَات مُّحکَمَات ھُنَّ أُمُّ الکِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِہَات فَأَمَّا الَّذِینَ فِی قُلُوبِہِم زَیغ فَیَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَہَ مِنہُ ابتِغَاء الفِتنَۃِ وَابتِغَاء تَاوِیلِہِ وَمَا یَعلَمُ تَاوِیلَہُ اِلاَّ اللّہُ وَالرَّاسِخُونَ فِی العِلمِ یَقُولُونَ آمَنَّا بِہِ کُلّ مِّن عِندِ رَبِّنَا وَمَا یَذَّکَّرُ اِلاَّ أُولُوا الالبَاب۔(۸)

جس نے نازل کیا تم پر کتاب کو جس میں کا ایک حصہ وہ آیتیں ہیں جو کہ اشتباہ مراد سے محفوظ ہیں اور یہی آیتیں اصلی مدار ہیں کتاب کا، اور دوسری آیتیں ایسی ہیں جو کہ مشبہ المراد ہیں سو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے اسی حص کے پیچھے ہو لیتے ہیں جو مشتبہ المراد ہیں شورش ڈھونڈھنے کی غرض سے۔ اور اس کے مطالب ڈھونڈھنے کی غرض سے حالانکہ اس کا مطلب بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی اور نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو کہ اہل عقل ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں ﴿کُلّ مِّن عِندِ رَبِّنَا﴾ پر وقف اعلیٰ اور احسن ہے۔ یہاں جمہور کی رائے میں وقف تام ہے۔ اس لیے کہ یہاں راسخون فی العلم کا کلام ختم ہو جاتا ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ محکم و متشابہ تمام آیات پر ہم ایمان لاتے ہیں سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہیں۔ پھر ﴿وَمَا یَذَّکَّرُ اِلاَّ أُولُوا الالبَاب﴾ سے اللہ تعالیٰ کا کلام شروع ہوتا ہے۔ جو کہ جملہ مستانفہ ہے۔(۹)

(۵)وَمِن اَہلِ الکِتَابِ مَن اِن تَامَنہُ بِقِنطَارٍ یُؤَدِّہِ اِلَیکَ وَمِنہُم مَّن اِن تَامَنہُ بِدِینَارٍ لاَّ یُؤَدِّہِ اِلَیکَ اِلاَّ مَا دُمتَ عَلَیہِ قَآئِماً ذَلِکَ بِأَنَّہُم قَالُوا لَیسَ عَلَینَا فِی الأُمِّیِّینَ سَبِیل وَیَقُولُونَ عَلَی اللّہِ الکَذِبَ وَہُم یَعلَمُونَ۔ بَلَی مَن اَوفَی بِعَہدِہِ وَاتَّقَی فَاِنَّ اللّہَ یُحِبُّ المُتَّقِین۔(10)

اور اہل کتاب میں سے بعض شخص ایسا ہے کہ اگر تم اس کے پاس انبار کا انبار مال بھی امانت رکھ دو تو وہ اس کو تمہارے پاس لا رکھے، اور ان ہی میں سے بعض وہ شخص ہے کہ اگر تم اس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھ دو تو وہ بھی تم کو ادا نہ کرے مگر جب تک کہ تم اس کے سر پر کھڑے ہو، یہ اس سبب سے ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر غیر اہل کتاب کے بارہ میں کسی طرح کا الزام نہیں اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں۔ اور وہ بھی جانتے ہیں الزام کیوں نہ ہو گا جو شخص اپنے عہد کو پورا کرے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو بے شک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں متقیوں کو۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں (بَلَی) پر وقف بہت عمدہ اور احسن ہے۔ کیونکہ یہ اپنے ماقبل کلام ﴿لَیسَ عَلَینَا فِی الأُمِّیِّینَ سَبِیل﴾ کا جواب ہے۔ ابراہیم بن سری الزجاجؒ فرماتے ہیں کہ (بَلَی) پر وقف تام ہو گا اور تقدیر

عبارت یوں ہو گی (بلی علیھم سبیل العذاب بکذبھم واستحلالھم) یعنی کیوں نہیں اُن کو جھوٹ بولنے اور حلال کو حرام ٹھہرانے کی وجہ سے عذاب ہوگا۔ اس صورت میں (مَنۡ اَوۡفٰی بِعَہۡدِہٖ) سے جملہ مستانفہ شروع ہو گا۔(۱۱)

امام رازیؒ نے یہاں پر ایک اور توجیہہ بیان کی ہے۔ وہ یہ کہ یہاں (وَھُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ) پر وقف ہو گا اور (بَلٰی) سے ابتداء کی جائے گی۔ اس لیے کہ لفظ (بَلٰی) اپنے مابعد کلام کی ابتداء کے لیے لایا جاتا ہے۔ لہذا یہود کا یہ قول کہ جو ہم کر رہے ہیں اس کی ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں۔ یہ اُن کے اسی قول کے طرح ہے (نَحۡنُ اَبۡنٰٓءُ اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ) (۱۲) پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اہل وفا اور متقیوں سے محبت رکھتا ہے۔ اُن کے علاوہ کسی اور کو نہ پسند کرتا ہے اور نہ ہی دوست رکھتا ہے۔ اس صورت میں (بَلٰی) پر وقف اچھا درست نہیں ہو گا۔(۱۳)

مگر راجح قول یہی ہے کہ (بَلٰی) پر وقف کیا جائے اس لیے کہ اس کے مابعد جملہ مستانفہ ہے۔

(۶) اِذۡ تَقُوۡلُ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَلَنۡ یَّکۡفِیَکُمۡ اَنۡ یُّمِدَّکُمۡ رَبُّکُمۡ بِثَلٰثَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ مُنۡزَلِیۡنَ ۔ بَلٰٓی ۙ اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا وَیَاۡتُوۡکُمۡ مِّنۡ فَوۡرِھِمۡ ھٰذَا یُمۡدِدۡکُمۡ رَبُّکُمۡ بِخَمۡسَۃِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ مُسَوِّمِیۡنَ ۔(۱۴)

جبکہ آپ مسلمانوں سے یوں فرمار ہے تھے کہ کیا تم کو یہ امر کافی نہ ہو گا کہ تمہارا رب تمہاری امداد کرے تین ہزار فرشتوں کے ساتھ جو اتارے جائیں گے، ہاں کیوں نہیں اگر مستقل رہو گے اور متقی رہو گے اور وہ لوگ تم پر ایک دم سے آپہنچیں گے تو تمہارا رب تمہاری امداد فرمادے گا پانچ ہزار فرشتوں سے جو ایک خاص وضع بنائے ہوں گے۔

یہاں لفظ (بَلٰی) پر وقف بہت اچھا ہے۔ امام نافعؒ، علامہ دانی اور مکی قیسیؒ کے نزدیک یہاں وقف کافی ہے جبکہ ابو جعفر النحاسؒ نے وقف تام لکھا ہے۔ کیونکہ یہ (اَلَنۡ یَّکۡفِیَکُمۡ اَنۡ یُّمِدَّکُمۡ رَبُّکُمۡ) میں استفہام نفی پر داخل ہے اس کا جواب واقع ہو رہا ہے۔ اور معنی یہ ہوں گے۔ کہ کیوں نہیں فرشتوں کی یہ تمہاری مدد کے لیے کافی ہو گی۔ یہ اُس بات کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کو جنگ بدر کے موقع پر تسلی دیتے ہوئے فرمار ہے تھے۔ یہاں پر وقف کرنے کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ جملہ (اِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا) شرطیہ ہے۔ اس لیے کہ یہ (اِنۡ) سے صادر ہوا ہے جو کہ شرط کے لیے ہے اور انہیں جیسے الفاظ سے جملے کی ابتداء ہوتی ہے۔ کیونکہ (اِنۡ) اور اس کے مابعد کی عبارت مبتداء اور

خبر کی طرح ہے۔ تو اس لحاظ سے معنی یہ ہوں گے کہ اگر تم دشمن سے ٹکراؤ کے وقت ڈٹ جاؤ اور جنگ میں پیش آمدہ مصائب پر صبر کرو اور اپنے رب سے ڈرو اور گناہوں سے بچتے رہو تو اللہ تعالی تمہاری مدد ضرور فرمائیں گے۔(۱۵)

(۷) حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَي النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۭ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ۔(۱۶)

تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور کہ غیر اللہ کے نامزد کردیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مرجائے اور جو کسی ضرب سے مرجائے او جو اونچے سے گر کر مرجائے اور جو کسی کی ٹکر سے مرجائے او جس کو کوئی درندہ کھانے لگے لیکن جس کو ذبح کرڈالو اور جو جانور پرستش گاہوں پر ذبح کیا جائے اور یہ کہ تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے تیروں کے، یہ سب گناہ ہیں۔ آج کے دن ناامید ہوگئے کافر لوگ تمہارے دین سے، سو ان سے مت ڈرنا اور مجھ سے ڈرتے رہنا۔

اللہ تعالی کے اس قول میں (ذٰلِکُم فِسق) پر وقف احسن اور عمدہ ہے۔ احمد بن موسیٰ محمد بن عیسیٰؒ فرماتے ہیں کہ یہاں وقف تام ہے اور فرّاء کی رائے یہ ہے کہ (ذٰلِکُم فِسق) پر کلام منقطع ہے۔ اس لیے کہ یہاں حرمت کے متعلق کلام ختم ہوجاتا ہے اور ﴿الیومَ یَئِسَ الَّذِینَ کَفَرُوا مِن دِینِکُم﴾ سے ایک نئی بات کا آغاز ہوتا ہے۔ اور یہ جملہ مستانفہ ہے۔(۱۷)

(۸) وَحَاۗجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ اَتُحَاۗجُّوْۗنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۭ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ رَبِّيْ شَـيْـــًٔا ۭ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ۔(۱۸)

اور ان سے ان کی قوم نے حجت کرنا شروع کی، آپؑ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ کے معاملہ میں مجھ سے حجت کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھے طریقہ بتلادیا ہے۔ اور میں ان چیزوں سے جن کو تم اللہ کے سوا شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا ہاں لیکن اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے۔ میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ﴿وَقَد هَدَان﴾ پر وقف احسن ہے امام نافعؒ فرماتے ہیں کہ یہاں وقف تام ہے اور (وَلاَ اَخَافُ) جملہ مستانفہ ہے۔ اس لیے کہ یہاں سوال کا اختتام ہوتا ہے۔ اور ﴿وَقَد هَدَان﴾ جملہ حالیہ ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ کیا تم مجھ سے اس حال میں جھگڑتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوں۔(۱۹)

(۹)وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ۔(۲۰)

اور جب کہ آپ کے رب نے اولاد آدمؑ کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں ہم سب گواہ بنتے ہیں تا کہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے۔

اس آیت مبارکہ میں (بَلٰی) پر وقف احسن اور پسندیدہ ہے۔ ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ (قَالُوابَلٰی) پر وقف تام ہے۔ جبکہ اخفش، ابو حاتم اور احمد بن موسٰی کے نزدیک (شَہِدنَا) پر وقف تام ہے۔

یہاں لفظ (شَہِدنَا) کی تاویل میں اختلاف ہے۔ اس کے بارے میں دو اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ یہ فرشتوں کا کلام ہے۔ اس صورت میں (قَالُوابَلٰی) پر وقف اچھا ہوگا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اولاد آدم کا کلام ہے۔ اس صورت میں (شَہِدنَا) پر وقف ہوگا۔(۲۱)

امام حسنؒ، مجاہد، ابن کثیر، اعرج، نافع، عاصم، اعمش، حمزہ، اور کسائی نے (اَن تَقُولُوا) کو (تاء) کے ساتھ پڑھا ہے ان کی قراءت میں (قَالُوابَلٰی) پر وقف ہوگا۔ اس لیے کہ (اَن) اپنے ماقبل لفظ (شَہِدنَا) سے متعلق ہے۔ اسی طرح اہل تاویل نے بھی (قَالُوابَلٰی) پر وقف کرنے کی صراحت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اس کے بعد فرشتوں سے فرمایا تم گواہی دو تو انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں۔ جبکہ ابو مالکؒ فرماتے ہیں کہ اللہ نے خود اس کے جواب میں فرمایا (شَہِدنَا)

لہٰذا اہل تاویل کے ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ (شَہِدنَا) کا تعلق (قَالُوابَلٰی) کے ساتھ نہیں بلکہ یہ جملہ مستانفہ ہے۔(۲۲)

چنانچہ (قَالُوابَلٰی) پر وقف کرنے کی صورت میں معنی یہ ہوگا۔ اور جبکہ آپ ﷺ کے رب نے آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں تو فرشتوں نے کہا

کہ ہم سب گواہ بنتے ہیں تا کہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو ان سے محض نے خبر تھے۔

ابو العالیہ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے انسانوں کو اکٹھا کیا اور ان کے جوڑے بنائے پھر ان کی صورتیں بنائیں اور پھر فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب نے کہا کیوں نہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ہمارے رب ہیں ہمارے معبود ہیں اور آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔(۲۳)

(۱۰) قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔(۲۴)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نوحؑ یہ شخص تمہارے گھر والوں میں نہیں یہ تباہ کار ہے سو مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جس کی تم کو خبر نہیں۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادان نہ بن جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں (لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ) پر وقف بہت اعلیٰ اور عمدہ ہے۔ احمد بن جعفرؒ کے نزدیک یہاں وقف تام ہے۔ علامہ اشمونیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں وقف کافی ہے اس قراءت کی رو سے جس میں (عمل) کو رفع تنوین اور میم پر فتحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے یہ ابن کثیرؒ، نافعؒ، عاصمؒ، ابو عمروؒ، حمزہؒ اور ہشامؒ کی قراءت ہے۔ کیونکہ اس قراءت میں دوسرے (اِنَّهٗ) میں جو ضمیر ہے وہ سوال کی طرف راجح ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح مجھ سے تیرا سوال کرنا کہ میں اس شخص کو حالت کفر میں نجات دے دوں جس کا تجھے کوئی علم نہیں ہے کیونکہ اس کے اچھا عمل نہیں ہیں تو اس صورت میں (لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ) پر وقف احسن اور عمدہ ہوگا۔(۲۵)

(۱۱) الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔(۲۶)

جن کی جان فرشتوں نے حالت کفر میں قبض کی تھی، پھر کافر لوگ صلح کا پیغام ڈالیں گے کہ ہم تو کوئی برا کام نہ کرتے تھے۔ کیوں نہیں بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

اس آیت مبارکہ میں (بَلٰٓى) پر وقف احسن اور عمدہ ترین ہے۔ کیونکہ یہ ما قبل نفی کا جواب اور رد ہے۔ اور معنی یہ ہوں گے کہ کیوں نہیں تم برائیاں کرتے تھے۔ امام نافعؒ اور قتیبیؒ کے نزدیک یہاں وقف تام ہے۔ اس لیے کہ (اِنَّ) ابتدائے کلام میں مکسور ہوتا ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ کلام کا ما قبل کے ساتھ لفظی اور معنوی تعلق نہ ہو۔ جبکہ اخفشؒ، ابو حاتمؒ اور احمد بن جعفرؒ کی رائے یہ ہے کہ (مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ) پر وقف تام ہے۔ ابو جعفر النّحاسؒ نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ (مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ) پر کفار کا کلام ختم ہو جاتا ہے اور (بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ) سے اللہ تعالیٰ کا کلام شروع ہوتا ہے۔ (ای قد علتم) یعنی تم جان لو گے کہ اللہ تعالیٰ ہر اُس فعل کو جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ علامہ مکی قیسیؒ کے نزدیک پہلا قول راجح ہے۔(۲۷)

(۱۲) اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا۔كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا۔(۲۸)

کیا یہ شخص غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا اس نے اللہ تعالی سے کوئی عہد لے لیا ہے۔ ہر گز نہیں ہم اس کا کہا ہوا بھی لکھے لیتے ہیں اور اس کے لیے عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے۔

اس آیت کریمہ میں (كَلَّا) پر وقف تام ہے۔ علامہ اشمونی فرماتے ہیں کہ ﴿عَهۡدًا﴾ پر وقف تام ہے اور (كَلَّا) پر وقف اتم ہے۔ اس لیے کہ یہ یہاں ردع اور زجر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ لہذا اس صورت میں اس پر وقف بہت عمدہ اور احسن ہے۔ اور اگر بمعنی (الایاحقا) ہوتا تو اس صورت میں اس سے ماقبل کلمہ پر وقف کیا جاتا۔ اور (كَلَّا) سے ابتداء کی جاتی۔ (۲۹)

یہاں (كَلَّا) ﴿اَطَّلَعَ الۡغَيۡبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا﴾ کے مضمون کی نفی کر رہا ہے۔ گویا کہ یوں کہا گیا کہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔ پس کافر نہ تو غیب کی خبر رکھتے ہیں اور نہ ہی انہوں نے اللہ تعالی کے ساتھ کوئی عہد کیا ہے۔ چنانچہ ﴿سَنَكۡتُبُ مَا يَقُوۡلُ﴾ جملہ مستانفہ ہو گا جس کا مقصد کفار کی تہدید اور ان کو ڈرانا ہے اور انہیں اس بات سے خبر دار کرنا ہے کہ جو بھی ان سے صادر ہوتا ہے اسے ضبط تحریر میں لے لیا جاتا ہے پس اس صورت میں (كَلَّا) پر وقف کرنے سے معنی میں حُسن پیدا ہوتا ہے۔ (30)

(۱۳) وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوۡنُوۡا لَهُمۡ عِزًّا ۸۱ۙ كَلَّا ؕ سَيَكۡفُرُوۡنَ بِعِبَادَتِهِمۡ وَيَكُوۡنُوۡنَ عَلَيۡهِمۡ ضِدًّا ۸۲ؒ۔ (۳۱)

اور ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود تجویز کر رکھے ہیں تاکہ ان کے لیے وہ باعث عزت ہوں۔ ہر گز نہیں وہ تو ان کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے۔

اس آیت میں لفظ (كَلَّا) پر وقف کافی ہے۔ اگر اس پر وقف کیا جائے تو معنی میں حسن پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ یہاں (كَلَّا) ردع وزجر کے لیے آیا ہے۔ اور اس سے کفار کے زعم باطل کی تردید ہوتی ہے کہ ان کے جھوٹے معبود ان کو عزت دیں گے۔ حق سبحانہ وتعالی اس کے جواب میں فرماتے ہیں ہر گز نہیں۔ (كَلَّا) پر اکثر اہل علم کے نزدیک وقف مختار اور پسندیدہ ہے۔ (۳۲)

(۱۴) حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ ۹۹ۙ لَعَلِّىۡۤ اَعۡمَلُ صَالِحًا فِيۡمَا تَرَكۡتُ كَلَّا ؕ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنۡ وَّرَآئِهِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ ۱۰۰ (۳۳)

یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آتی ہے اس وقت کہتا ہے کہ اے میرے رب مجھ کو پھر واپس بھیج دیجئے۔ تاکہ جس کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک کام کروں ہر گز نہیں۔ یہ ایک بات ہی بات ہے جس کو یہ کہے جا رہا ہے اور ان لوگوں کے آگے ایک آڑ ہے قیامت کے دن تک۔

اس آیت مبارکہ میں (کَلَّا) پر وقف کرنے سے معنی میں حسن پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ماقبل جملہ میں اللہ کفار کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے گی تو وہ کہے گا اے میرے رب مجھے دنیا میں لوٹا دے تاکہ میں دنیا میں جا کر اعمال صالحہ کروں۔ پھر اللہ ان کی اس خواہش کی تہدید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اس صورت میں (کَلَّا) پر وقف کافی ہوگا۔ اور (اِنَّهَا كَلِمَةٌ) جملہ مستئنافیہ ہوگا۔ جبکہ اگر (تَرَكْتُ) پر وقف کیا جائے تو بھی جائز ہے لیکن (کَلَّا) پر وقف کرنا معنی کے اعتبار سے زیادہ بلیغ اور اکمل ہے۔(۳۴)

(۱۵) وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۳۲ؐ ـ(۳۵)

اور کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر یہ قرآن اس طرح دفعتًا واحدۃ کیوں نہیں نازل کیا گیا (جس طرح دیگر آسمانی کتب نازل ہوئی ہیں یہ اس وجہ سے ہے) تاکہ اُس کے ذریعہ سے آپ کے دل کو قوی رکھیں اور ہم نے اس کو بہت ٹھہر ٹھہر کر اُتارا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں (كَذٰلِكَ) پر وقف تام ہے۔ جبکہ امام دانیؒ کے نزدیک یہاں وقف کافی ہے۔(۳۶)

اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ محمد ﷺ پر قرآن دفعتًا نازل کیوں نہیں ہوا جس طرح دیگر آسمانی کتب دفعتًا نازل ہوئیں۔ یہاں مشرکین کا کلام ختم ہو جاتا ہے۔ اور (لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ) سے اللہ تعالیٰ کا کلام شروع ہوتا ہے۔ جو کہ جملہ مستانفہ ہے۔(۳۷)

علامہ ابن انباریؒ فرماتے ہیں کہ (كَذٰلِكَ) پر وقف کرنا احسن اور عمدہ ہے۔(۳۸)

جبکہ علامہ اشمونی نے لکھا ہے کہ (جُمْلَةً وَّاحِدَةً) پر وقف احسن ہے۔(۳۹)

اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں مقامات پر وقف احسن اور عمدہ ہے۔ کیونکہ اُن میں سے ہر ایک پر وقف کرنے سے معنی میں حُسن پیدا ہوتا ہے۔

(۱۶) وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۚ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ۔ـ(۴۰)

میرے ذمہ اُن لوگوں کا ایک جرم بھی ہے سو مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھ کو قتل کر ڈالیں۔ ارشاد ہوا کہ کیا مجال ہے سو تم دونوں ہمارے احکام لے کر جاؤ۔

اس آیت میں (کَلَّا) پر امام نافعؒ، ابو حاتم، احمد بن جعفرؒ اور قتیبیؒ کے نزدیک وقف تام ہے۔ کیونکہ (کَلَّا) یہاں زجر و توبیخ کے معنی میں آیا ہے۔ یعنی جب موسٰیؑ نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ لوگ مجھے کہیں قتل نہ کر دیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ تم دونوں میرے احکام لے کر ان کے پاس جاؤ اور خوف مت کرو وہ لوگ تم تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ (۴۱)

(۱۷) فَلَمَّا تَرَاۗءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓي اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۚ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۔ (۴۲)

پھر جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو موسٰی کے ہمراہی کہنے لگے کہ بس ہم تو اُن کے ہاتھ آ گئے۔ موسٰی نے فرمایا کہ ہرگز نہیں۔ کیونکہ میرے ہمراہ میرا پروردگار ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول میں امام نافعؒ، ابو حاتمؒ، قتیبیؒ اور احمد بن جعفرؒ کے نزدیک (کَلَّا) پر وقف تام ہے۔ نصیرؒ فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہے کہ وہ لوگ ہرگز تم تک رسائی حاصل نہیں سکیں گے۔ اس لیے کہ میرا پروردگار میرے ساتھ ہے وہ میری مدد کرے گا۔ علامہ اشمونیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں (اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ) پر وقف نہیں کیا جائے گا اس لیے کہ مابعد کلام ماقبل کا جواب ہے یعنی موسٰیؑ نے فرمایا کہ اُن کی ہرگز تم تک رسائی نہیں ہو گی۔ اس لیے کہ موسٰیؑ سے اللہ تعالیٰ نے نصرت اور فرعون سے نجات دینے کا وعدہ کیا تھا۔ (۴۳)

(۱۸) قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَاۗءَ كَلَّا ۭ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۲۷۔ (۴۴)

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو ذرا وہ تو دکھلاؤ جن کو تم نے شریک بنا کر خدا کے ساتھ ملا رکھا ہے ہرگز نہیں بلکہ وہی ہے اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول میں (کَلَّا) پر وقف تام ہے۔ کیونکہ یہاں (کَلَّا) سرزنش اور زجر کے معنی میں ہے۔ گویا کہ یوں کہا گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرانے سے باز آ جاؤ کیونکہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہ تو کوئی چیز پیدا کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو رزق دیتا ہے۔ اصل میں یہ کفار کے جواب محذوف کا رد ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ارونی الذین الحقتم بہ شرکآء) مجھے اپنے معبود دیکھاؤ جنہیں تم میرا شریک ٹھہراتے ہو تو انہوں نے کہا وہ بت ہیں تو پھر اللہ نے فرمایا ہرگز نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہاں (کَلَّا) پر وقف کرنے سے مشرکین کے مزعمین باطلہ کا بڑے احسن طریقے سے رد ہوتا ہے اور یہی چیز آیت کے معنی میں حُسن پیدا کرتی ہے۔ (۴۵)

(۱۹) قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۆھٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۵۲۔ (۴۶)

کہیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی ہم کو قبروں سے کس نے اُٹھادیا۔ یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھااور پیغمبر سچ کہتے تھے۔

اس آیت میں جمہور ائمہ تجوید وقراءات کے نزدیک (مِنْ مَّرْقَدِنَا) پر وقف تام ہے کیونکہ یہاں کفار کا کلام ختم ہو جاتا ہے اور (هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ) سے فرشتوں کا کلام شروع ہوتا ہے۔ یعنی وہ کہیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی ہمیں کو ہماری خواب گاہوں سے کس نے اٹھادیا تو فرشتے جواب دیں گے کہ یہ وہی قیامت ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔ یہاں (مِنْ مَّرْقَدِنَا) پر وقف اور مابعد سے ابتداء دونوں بہت احسن اور عمدہ ہیں۔(۴۷)

(۲۰) اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ڲ بَلٰى ۤ وَهُوَ الْخَـلّٰقُ الْعَلِيْمُ۸۱؎۔(۴۸)

اور جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے ہیں کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے آدمیوں کو پیدا کردے، ضرور وہ قادر ہے اور وہ بڑا پیدا کرنے والا خوب جاننے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں (بَلٰى) بہت اعلیٰ اور عمدہ ہے۔ اس لیے کہ یہ اُس سوال کا جواب ہے جو ماقبل کلام میں نفی پر داخل ہوا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے (اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ) اور معنی یہ ہوں گے کہ جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کر سکتا ہے کیا وہ اس چیز پر قادر نہیں کہ ان جیسے آدمیوں کو پیدا کردے کیوں نہیں وہ اس چیز پر ضرور قادر ہے۔ گویا کہ سوال اور جواب دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ امام نافعؒ، محمد بن عیسیٰؒ اور قتیبیؒ کے نزدیک یہاں وقف تام ہے۔ اور امام دانیؒ نے یہاں وقف کافی لکھا ہے۔(۴۹)

علامہ اشمونیؒ فرماتے ہیں کہ ابو حاتمؒ کے نزدیک (مِثْلَهُمْ) پر وقف تام ہے کیونکہ یہاں سوال ختم ہو جاتا ہے۔ جبکہ جمہور کی رائے میں (بَلٰى) وقف ہے۔ فریقین میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے دلائل ہیں۔ امام ابو حاتمؒ کے نزدیک (مِثْلَهُمْ) پر وقف کرنے کا سبب یہ ہے کہ یہاں سوال ختم ہو جاتا ہے۔ اور (بَلٰى) پر وقف کرنے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول (اَوَلَيْسَ) میں ہے جو نفی ہے وہ کلمۂ استفہام کے داخل ہونے کی وجہ سے ختم ہو گئی ہے کیونکہ یہ قاعدہ ہیں کہ جب کلمہ استفہامیہ منفی جملے پر داخل ہوتا ہے تو وہ جملہ مثبت ہو جاتا ہے۔ یہی راجح قول ہے کیونکہ (بَلٰى) کے مابعد جملے کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔(۵۰)

(۲۱) قَالُوْٓا اَوَ لَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰۗؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۵۰؎ ۔(۵۱)

فرشتے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر نہیں آتے رہے تھے۔ دوزخی کہیں گے کہ ہوں آتے رہے تھے۔ فرشتے کہیں گے تو پھر تم ہی دعا کرلو اور کافروں کی دعا محض بے اثر ہے۔

اس آیت مبارکہ میں (بَلٰی) پر وقف احسن ہے۔کیونکہ یہ استفہام منفی کے جواب کے لیے وارد ہوا ہے۔اور معنی یہ ہوں گے کہ کیوں نہیں ہمارے پاس انبیاء علیہم السلام واضح نشانیاں لے کر آئے تھے اس عبارت کو (بَلٰی) کی وجہ سے حذف کر لیا گیا۔اور یہاں وقف کرنے کی دلیل یہ ہے کہ (قَالُوْا فَادْعُوْا)جملہ مستانفہ ہے۔جو سوال ما قبل جملے سے پیدا ہو رہا ہے یہ اُس کا جواب ہے۔گویا کہ یوں کہا گیا جس وقت جہنمیں پیغمبروں کی طرف سے واضح دلائل پیش کئے جانے کا اقرار کر لیں گے تو پھر جہنم کے داروغے کہیں گے کہ ہم تمہارے لیے دعا نہیں کر سکتے کیونکہ مکذبین کے لیے دعا کرنے کا ہمیں حکم نہیں تم خود ہی دعا کر لو اور کافروں کی دعا اُس وقت بے اثر ہو گی اس لیے کہ دنیا میں ان پر حجت تمام کی جا چکی تھی اب آخرت تو ایمان، توبہ اور عمل صالح کی جگہ تو نہیں وہ تو دار الجزا ہے۔دنیا میں جو کچھ کیا ہو گا اس کا نتیجہ وہاں بھگتنا ہو گا۔یہاں جمہور کی رائے میں وقف کافی ہے۔اس لیے کہ (قَالُوابَلَی)کا(قَالُوْا فَادْعُوْا) کے ساتھ لفظی تعلق نہیں البتہ معنوی تعلق ضرور ہے۔(۵۲)

(۲۲) اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّحْيِۦ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ　۳۳۔ (۵۳)

اور جس روز کافر لوگ دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے۔کیا یہ دوزخ امر واقعی نہیں ہے،وہ کہیں گے کہ ہم کو اپنے پروردگار کی قسم ضرور امر واقعی ہے ارشاد ہو گا کہ تم اپنے کفر کے بدلہ میں اس کا عذاب چکھو۔

اس آیت کریمہ میں (بَلٰی) پر وقف احسن اور پسندیدہ ہے۔کیونکہ یہ اُس سوال کا جواب ہے جو ما قبل جملہ میں نفی پر داخل ہوا ہے۔اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ بلکہ وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔امام نافعؒ کے نزدیک یہاں وقف تام ہے جبکہ امام دانی نے وقف کافی لکھا ہے۔اس مقام پر وقف کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف مردوں کو زندہ دینے پر قادر ہے بلکہ ہر چیز کے زندہ کر دینے پر قدرت رکھتا ہے۔(۵۴)

(۲۳) يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ۱۱ۙ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۱۲ۙ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـــْٔوِيْهِ ۔ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۱۴ۙ كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ۱۵ۙ ۔(۵۵)

مجرم اس بات کی تمنا کریں گے کہ اُس روز کے عذاب سے چھوٹنے کے لیے اپنے بیٹوں کو اور اپنی بیوی کو اور بھائی کو اور کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا، اور تمام اہل زمین کو اپنے فدیہ میں دیدے پھر یہ اس کو بچالے، یہ ہر گز نہ ہو گا۔وہ آگ شعلہ زن ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں امام نافعؒ اور احمد بن موسیٰ کے نزدیک وقف تام ہے۔ جبکہ اخفشؒ، فرّاء اور ابو حاتم کے نزدیک وقف حسن ہے۔ یہاں دونوں معنی کا احتمال ہے۔ اگر یہاں (كَلَّا) بمعنی (حقًّا) تو پھر اس صورت میں (يُنْجِيْهِ) پر وقف ہو گا اور (كَلَّا) سے ابتداء ہوگی۔ اس صورت میں (كَلَّا) (الا) کے معنی میں ہو گا۔ اور اگر (كَلَّا) (لا) کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی اللہ کے عذاب سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔ تو پھر (كَلَّا) پر وقف کیا جائے گا یعنی مجرموں کو یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ انہیں اللہ کے عذاب سے ہر گز کوئی نہیں بچا سکے گا۔ یہاں (يُنْجِيْهِ) پر بھی وقف درست ہے مگر (كَلَّا) پر وقف کرنے سے معنی میں مزید حُسن اور نکھار پیدا ہوتا ہے۔ (۵۶)

(۲۴) اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۳۸ۙ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ۳۹ (۵۷)

کیاان میں ہر شخص اس کی حوس رکھتا ہے کہ وہ آسائش کی جنت میں داخل کر لیا جائے گا یہ ہر گز نہ ہو گا ہم نے ان کو ایسی چیز سے پیدا کیا ہے جس کی ان کو بھی خبر ہے۔

یہاں (كَلَّا) پر امام نافعؒ کے نزدیک وقف تام ہے اور زجر و توبیخ کے معنی میں آیا ہے گویا کہ یوں کہا گیا کہ کیا یہ حق سے اجتناب کرنے والے اور شمع رسالت کو بجھانے والے لوگ اس چیز کی تمنا کرتے ہیں کہ وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے ہر گز نہیں بلکہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ یہاں (كَلَّا) سے ابتداء بھی جائز ہے اگر اس کو (حقًّا) کے معنی میں لیا جائے لیکن پہلی صورت زیادہ احسن اور عمدہ ہے۔ (۵۸)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ (اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ) کا معنی یہ ہے کہ کفار میں سے ہر کوئی چاہے گا کہ مومنوں کی طرح جنت میں داخل ہو جائے اور وہاں کی نعمتوں کے مزے لے حالانکہ وہ نبی ﷺ کو جھٹلاتے تھے۔ اور آپ ﷺ پر ایمان نہیں لاتے تھے ہر گز نہیں وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ (۵۹)

(۲۵) ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۱۵ۙ كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۱۶ۭ ۔(۶۰)

پھر بھی اس کی چاہت ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں ہر گز نہیں وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے۔

ان آیات کریمہ میں (كَلَّا) دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) اس طمع فاسد کے ابطال اور توبیخ کے لیے آیا جو کہ زیادات کی نفی کو متضمن ہے۔ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی اس کے تیرہ بیٹے تھے سب گھر والے تھے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ اپنے نفس، مال اور اولاد کے حوالے سے دنیا میں پیچھے ہی ہٹتا چلا گیا یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا پس (كَلَّا)

یہاں سرزنش اور زیادتی کی امید ختم کرنے کے لیے آیا ہے۔ اس صورت میں یہاں کلام تام ہو جاتا ہے۔ اور مابعد جملہ مستانفہ ہے جو ردع کی علت بیان کرنے کے لیے آیا ہے گویا کہ کسی کہنے والے نے کہا کہ اسے مزید کیوں نہیں دیا جائے گا۔ تو جواب ملا کہ یہ منعم کی آیت سے عناد رکھتا تھا اور اسی دشمنی کی وجہ سے اس کی نعمتوں کی ناشکری کرتا تھا اور ناشکرہ مزید کا مستحق نہیں ہوتا۔

(۲) بعض نے روایت کیا ہے کہ (کَلَّا) اللہ تعالیٰ کے قول (ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ) کے بعد نازل ہوا اس تاویل کے مطابق (کَلَّا) سے ابتداء احسن اور بہتر ہو گی اور یہ (الا) کے معنی میں ہو گا یعنی خبردار وہ ہماری آیت سے دشمنی رکھنے والا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو کچھ لے کر آئے اس سے بغض رکھنے والا ہے۔ (۶۱)

(۲۶) بَلْ یُرِیْدُ کُلُّ امْرِیٍٔ مِّنْهُمْ اَنْ یُّؤْتٰی صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۵۲ ۙ کَلَّا ۭ بَلْ لَّا یَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۵۳ۭ ۔ (۶۲)

بلکہ ان میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اُس کو نوشتے دیئے جائیں ہر گز نہیں، بلکہ یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے۔

امام دانیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں (کَلَّا) پر وقف تام ہے۔ اور یہ ردع وزجر کے معنی میں ہے یعنی کفار کو ہرگز صحف نہیں دیئے جائیں گے۔ (مُنَشَّرَةً) پر بھی وقف جائز ہے۔ اس صورت میں (کَلَّا) سے ابتداء کی جائے گی۔ پھر یہاں (کَلَّا) (الا) کے معنی میں ہو گا۔ علامہ اشمونیؒ فرماتے ہیں کہ (کَلَّا) سے ابتداء کرنا اچھا ہے۔ جبکہ علامہ قرطبیؒ نے "الجامع لاحکام القرآن" لکھا ہے کہ (کَلَّا) پر وقف کرنا زیادہ احسن اور عمدہ ہے۔ (۶۳)

کفار نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کہتے تھے کہ ہم اُس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہمارے ساتھ ایسے خط کے ذریعے کلام ہو جو کہ آسمان سے نازل ہو جس میں لکھا ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے فلاں کے لیے تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ نے (کَلَّا) کے ذریعے ان کی اس خوش فہمی کا رد کیا ہے۔ (۶۴)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سچے ہیں تو ہم میں سے ہر ایک شخص کے پاس پروانۂ نجات ہوتا جو ہمارے لیے آگ سے امن کا باعث ہوتا۔ (۶۵)

(۲۷) یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَىِٕذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ۔ کَلَّا لَا وَزَرَ ۱۱ۭ ۔ (۶۶)

اُس روز انسان کہے گا کہ اب کدھر بھاگوں، ہر گز نہیں کہیں پناہ کی جگہ نہیں۔

یہاں (كَلَّا) پر وقف بہتر نہیں کیونکہ اس پر وقف کرنا اللہ کے اور انسان کے اس قول (اَيْنَ الْمَفَرّ) کے بارے میں حکایت کی نفی کرتا ہے جبکہ بعض اہل علم کے خیال ہے کہ (كَلَّا) پر وقف جائز ہے اس معنی کے اعتبار سے کہ یہ (الْمَفَرّ) اور اس کی تمنا کارد ہے اور تقدیر عبارت یوں گی (لا ملجا ولا حصن ولا منجی لهم فی ذالك الیوم غیرہ) یعنی اُن کے لیے اُس دن کوئی پناہ نہیں کوئی ٹھکانہ نہیں کوئی نجات کی راہ نہیں ۔ پھر اللہ تعالی اپنے قول (لَا وَزَرَ) سے تاکید کے معنی کو مضبوط کرنے کے لیے ابتداء کرتے ہیں۔ لیکن پہلا قول زیادہ بہتر ہے کیونکہ رد اور نفی کے معنی کو اللہ کا قول (لَا وَزَرَ) ہی متضمن ہے لہذا (لَا وَزَرَ) پر وقف بہتر ہو گا امام دانیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں وقف کافی ہے۔ اور (كَلَّا) سے ابتداء احسن ہو گی۔ اس صورت میں کہ یہ (الا اور حقًّا) کے معنی میں ہو گا۔ (۶۷)

(۲۸) ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۱۹ؕ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۲۰ۙ ۔(۶۸)

پھر اس کا واضح کر دینا ہمارے ذمےّ ہے۔ اے منکروں ہر گز ایسا نہیں بلکہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو۔

اس آیت میں (كَلَّا) پر وقف بہتر نہیں ہے۔ کیونکہ جب اس پر وقف کیا جائے تو اس سے ما قبل کلام کی نفی لازم آتی ہے۔ لیکن (كَلَّا) سے ابتداء کرنا احسن اور پسندیدہ ہے۔ اس صورت میں یہ (حقًّا) یا (الا) کے معنی میں ہو گا۔ اور (حقًّا) کے معنی میں ہونا احسن ہے تاکہ اس سے اُس خبر کی تاکید ہو جائے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اُن کی دنیا سے محبت اور آخرت سے بے رغبتی کے بارے میں دی ہے یہ بات تمام مخلوق پر صادق آتی ہے مگر جسے اللہ تعالی محفوظ رکھے۔ (۶۹)

(۲۹) اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۱۳ؕ كَلَّا بَلْ ۫ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۱۴ ۔(۷۰)

جب اُس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو یوں کہہ دیتا ہے کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں ہر گز ایسا نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے۔

اس آیت میں اگرچہ (الْاَوَّلِيْنَ) پر وقف جائز ہے اور (كَلَّا) سے بمعنی (الا) کے ابتداء کرنا بھی درست ہے۔ مگر (كَلَّا) پر وقف زیادہ اچھا ہے اگر اسے زجر و توبیخ کے معنی میں لیا جائے۔ یعنی یہ قرآن کہانیاں نہیں، جیسا کہ کافر کہتے اور گمان کرتے ہیں بلکہ یہ اللہ کا کلام اور اس کی وحی ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کی طرف سے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے نازل ہوئی ہے۔ (۷۱) (۳۱) اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۔ بَلٰى ۛ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۱۵ؕ ۔(۷۲)

اُس نے خیال کر رکھا تھا کہ اُس کو لوٹنا نہیں ہے، کیوں نہ ہوتا، اُس کا رب اُس کو خوب دیکھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول میں (بَلٰٓى) پر وقف احسن اور عمدہ ہے۔امام نافعؒ کے نزدیک یہاں وقف تام ہے جبکہ علامہ ابن انباریؒ اور امام دانیؒ کی رائے میں وقف کافی ہے۔اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے قول (اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ) (یعنی وہ مرنے کے بعد ہر گز نہیں لوٹے گا) میں جو نفی ہے اس کا جواب ہے۔لہذا یہاں وقف کرنے سے معنی یہ ہوں گے کہ کیوں نہیں وہ اپنے رب کی طرف ضرور لوٹے گا۔اس لیے کہ اُس نے اسے پیدا کیا ہے پھر وہ اس کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔دنیا میں جو کچھ کرتا رہا وہ تمام اُس کو دیکھا دیا جائے گا کوئی چیز اس سے مخفی نہ رہے گی۔پس ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو آخرت کی طرف لوٹائے اور اُس کو جزا دے۔ (۷۳)

(۳۱) وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۥ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۱۶ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۱۷۔(۷۴)

اور جب اس کو آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹادی ہر گز ایسا نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے۔

یہاں (كَلَّا) پر وقف بہت عمدہ اور احسن ہے۔اس لیے کہ یہ ما قبل کلام کی نفی کے لیے آیا ہے۔نصیرؒ کہتے ہیں کہ اس صورت میں (كَلَّا) کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قدر نہیں گھٹائی۔اور فرّاء کہتے ہیں کہ معنی یہ ہوں گے کہ وہ یہ نہ کہتا کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی قدر گھٹادی بلکہ چاہیے تھا کہ وہ فقر و غنا ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا۔ابو جعفر النحاس فرماتے ہیں کہ دونوں قول درست ہیں مگر نصیرؒ کا قول اہل تاویل کے زیادہ مشابہ ہے اور یہی امام حسن بصری کا قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ کسی کی توہین فقر کی وجہ سے نہیں ہوتی اور نہ ہی کسی کو غنا کی وجہ سے عزت ملتی ہے بلکہ اس کو اللہ کی اطاعت کی وجہ سے عزت ملتی ہے اور اس کی توہین اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے ہوتی ہے۔اور اگر اس کو (الا یاحقًّا) کے معنی میں لیا جائے یعنی خبردار بلکہ تم لوگ یتیم کی قدر نہیں کرتے یعنی ان کے ساتھ وہ سلوک نہیں کرتے جن کے وہ مستحق ہیں۔تو پھر (اَهَانَنِ) پر وقف ہو گا اور (كَلَّا) سے ابتداء کی جائے گی۔(۷۵)

(۳۲) كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۥ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۱۵ ۔(۷۶)

یقیناً اگر یہ باز نہ رہا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے اس قول میں (كَلَّا) پر وقف کرنے سے ما قبل کی نفی کا وہم ہوتا ہے بعض اہل تاویل نے یہاں پر وقف جائز قرار دیا ہے وہ اسے کافروں کے علم کی نفی بتلاتے ہیں گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا (اَلَمْ يَعْلَمْ

بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی کَلَّا) یعنی کیا ابو جہل اس کے بارے میں نہیں جانتا کہ اللہ اُسے دیکھ رہا ہے۔ لیکن یہ معنی اس وجہ سے درست معلوم نہیں ہوتے کیونکہ (کَلَّا) اپنے قریب کی نفی کے لیے ہوتا ہے نہ بعید کی۔ اور ایک یہ بھی اشکال ہے کہ یہ اپنے قریب والے کلام کی نفی کر رہا ہے یا دور والے کلام کی نفی کر رہا ہے۔(۷۷)

اگر (کَلَّا) (حقًّا) کے معنی میں ہو تو پھر یہاں سے ابتداء احسن اور عمدہ ہے۔ یعنی یہ اُس وعید کی تحقیق کے طور پر آیا ہے جس کا یہ مقام مقتضی ہے۔ اور یہ بھی درست ہے کہ (کَلَّا) (الا) کے معنی میں ہو۔(۷۸)

(۳۳) كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ ۔(۷۹)

ہرگز نہیں اگر تم یقینی طور پر جان لو۔

اس آیت میں (کَلَّا) سے ابتداء احسن اور پسندیدہ ہے۔ جبکہ یہ (الا) استفتاحیہ یا (حقًّا) کے معنی میں ہو۔ یہ اس صورت میں تیسری مرتبہ آیا ہے اور اس کا فائدہ مابعد پر تنبیہ کا اُس کی تحقیق ہے یعنی علم کا ثابت ہونا پس یہ کلام مستانف کا جزو ہے اور اس کا ابتدائیہ ہے۔ اور (لو) کا جواب محذوف ہے اس تقدیر پر (ای لو تعلمون کذلک لفعلتم ما لا یوصف، او لشغلکم ذلک عن التکاثر، وصرفکم عن التفھم الیہ، ولکنکم ضلال جھلۃ۔) یعنی اگر تم جان لیتے تو وہ کرتے جو بیان نہیں کیا جا سکتا یا یہ علم تمہیں کثرت مال سے روک دیتا یا اس کی طرف سے تمہاری توجہ ہٹا دیتا لیکن تم گمراہ اور جاہل ہو۔ (لَوْ تَعْلَمُوْنَ) کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ صرف مشرکین سے خطاب ہے جو روز جزا پر ایمان نہیں لاتے۔ یہ مسلمانوں سے خطاب نہیں ہے کیونکہ وہ تو اس دن کو علم الیقین سے جانتے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عام لوگوں سے خطاب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کے قول (وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا) (۸۰) اور تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے) میں ہے۔(۸۱)

(۳۴) يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۝ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ ۔(۸۲)

خیال کر رہا ہے کہ اُس کا مال ہمیشہ اُس کے پاس رہے گا۔ ہرگز نہیں واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائے گا۔

امام نافعؒ، ابو حاتمؒ اور نصیرؒ کے نزدیک (کَلَّا) پر وقف تام ہے۔ علامہ ابن انباریؒ فرماتے ہیں کہ یہاں وقف بہت احسن اور عمدہ ہے اور یہ زجر و توبیخ کے معنی میں ہے یعنی اُس کا مال ہرگز اُس کے پاس نہیں رہے گا۔ اور (اَخْلَدَهٗ) پر بھی وقف جائز ہے اس صورت میں (کَلَّا) (الا) کے معنی میں ہوگا۔ یعنی خبردار یہ ضرور توڑ

چھوڑ دینے والی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔اس لیے کہ یہاں وقف کرنے سے معنی خوب واضح ہو جاتے ہیں۔(۸۳)

علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ (کَلَّا)اس بخیل شخص کے گمان کے رد کے لیے ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا۔اُس کو مال کی محبت موت سے غافل کر دیتی ہے یہاں تک کہ وہ خیال کرتا ہے کہ دنیا میں ہمیشہ رہے گا۔(۸۴)

مذکورہ بالا چند تمثیلات وقف وابتداء کے حوالے سے بیان کی گئی، حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم لفظی اعجاز ساتھ ساتھ معنوی اعجاز بھی رکھتا ہے۔یہ وصف قرآن کریم کو تمام کلاموں سے ممتاز کرتا ہے۔کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ کائنات کی تمام جزیات کا احاطہ کر سکے یہی وجہ ہے کہ اُس کے نظریات بدلتے رہتے ہیں۔اس کے برعکس اللہ تعالیٰ اس قسم کے تمام عیوب ونقائص سے منزہ اور پاک ہے۔اس وجہ سے اُس کا کلام تمام کلاموں سے اعلیٰ وارفع ہے۔کسی کی مجال نہیں کہ ایسا کلام لا سکے۔اس کلام کے فصیح وبلیغ ہونے کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ اس کے اندر بہت سے مقامات ایسے ہیں کہ جہاں پر وقف اور ابتداء کرنے سے معنی میں حُسن ورعنائی پیدا ہوتی ہے اور عجیب قسم کی بشاشت اور فرحت حاصل ہوتی ہے۔جس کا بیان مذکورہ بالا مقالہ میں کیا گیا۔

حوالہ جات وحواشی

☆البقرہ ۲:۲۳

۱۔البقرہ ۲:۵

۲۔الانباری، محمد بن القاسم ،النحوی، ،کتاب ایضاح الوقف والابتداء فی کتاب اللہ عز وجل:۱/۴۹۳، تحقیق، محی الدین عبد الرحمٰن ،مجمع اللغة العربیة،دمشق ،۱۳۹۰ھ ۱۹۷۱ء؛ابن النّحاس، احمد بن محمد، ابو جعفر ،القطع والائتناف:۴۷، تحقیق ،احمد فرید المزیدی،دار الکتب العلمیة، بیروت، ۲۰۰۳ء؛الدانی، عثمان بن سعید، ابو عمرو،المکتفی فی الوقف والابتداء:۱۵۹، تحقیق،جاوید زیدان مخلف،مطبعة وزارة الاوقاف الشؤون الدینیّة، عراق،۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء؛الشمونی، احمد بن محمد، منار الہدی فی بیان الوقف والابتداء:۷۸، دار الکتب العلمیہ،بیروت، ۲۰۰۲ء

۳۔البقرہ ۲: ۸۰ - ۸۱

4۔ مکی بن ابی طالب،امام،شرح کلا وبلی ونعم : ۲۷، تحقیق،احمد حسن فرحت،دار المأمون للتراث دمشق س۔ن؛ المکتفی :۱۶۷؛آلوسی، ابو الفضل سید محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع الثانی:۳۰۵/۱۱، داراحیاءالتراث العربی،س۔ن

5۔الانصاری، زکریا بن محمد،ابو یحییٰ،المقصد لتلخیص ما فی المرشد فی الوقف والابتداء:۱۵، دار المصحف ،دمشق، الطبعۃالثانیۃ،۱۹۸۵ء؛الشمونی، منار الھدی :۱۰۲

6۔البقرہ۲ : 111-112

7۔ مکی بن ابی طالب،امام، شرح کلا وبلی ونعم:۸۱ ؛الدانی، المکتفی :۱۷۱؛الشمونی، منار الھدی :۱۰۹؛الشوکانی، محمد بن علی، فتح القدیر الجامع بین فنی الروایۃ والدرایۃ من علم التفسیر: ۱۳۰/۱، دارالفکر، بیروت، س۔ن؛روح المعانی ۳۶۰/۱

8۔آل عمران۳: ۷

9۔انباری،ایضاح الوقف والابتداء2/ ۵۶۶۔۵۶۷؛الدانی،المکتفی :۱۹۷؛الشمونی، منار الھدی:۱۵۵

10۔آل عمران۳: ۷۵۔۷۶

11۔المکتفی :۲۰۴؛شرح کلا وبلی ونعم :۸۴ ؛الزمخشری، محمود بن عمر،ابو القاسم،الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل ۴۳۸/۱ ،دارالفکر،بیروت لبنان،س۔ن؛فتح القدیر ۳۵۳/۱؛روح المعانی ۲۰۳/۳؛ابن جزری، محمد بن محمد، ابو الخیر، التمہید فی علم التجوید: ۲۰۰، مؤسسۃ الرسالۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع بیروت، ۱۹۸۶ء

۱۲۔المائدہ۵: ۱۸

۱۳۔التفسیر الکبیر 113-114/7

۱۴۔آل عمران124:3-125

۱۵۔القطع والائتناف :133؛المکتفی :207؛القرطبیؒ، ابو عبداللہ محمد بن احمد ابی بکر،الجامع لاحکام القرآن:۱۹۵/۴، دارالشاب قاہرہ، ۱۳۷۲ھ، طبعہ ثانیہ الجامع لاحکام القرآن؛روح المعانی ۴۴/۴

۱۶۔المائدہ۵:۳

۱۷۔ایضاح الوقف والابتداء۶۱۱/۲؛القطع والائتناف:۱۷۱؛المکتفی :۲۳۴؛منار الھدی :۲۴۰

۱۸۔الانعام۶: ۸۰

۱۹۔القطع والائتناف:۱۹۶؛منار الھدی :۲۷۵؛روح المعانی ۲۰۴/۷

۲۰۔الاعراف۷:۱۷۲

۲۱۔الثعالبی،عبدالرحمن بن محمد بن مخلوف،تفسیر الثعالبی،الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن:۶۵۲،مؤسسۃ الاعلمی، للمطبوعات،بیروت،س۔ن

۲۲۔القطع والائتناف:۲۲۲۔۲۲۳؛المکتفی:۲۸۰؛الطبری،ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن المشہور تفسیر طبری۱۱۸/۹،دارالفکر،بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۳۔الفرّاء،یحیٰ بن زیاد،ابوزکریا،معانی القرآن ۱۰۲/۲، تحقیق،عبدالفتاح اسماعیل،دارالسرور،س۔ن

۲۴۔ھود۱۱:۴۶

۲۵۔القطع والائتناف:۲۶۳؛منار الھدیٰ:۳۷۷۔۳۷۸

۲۶۔النحل۱۶:۲۸

۲۷۔القطع والائتناف :۲۹۳؛المکتفی :۳۵۰؛شرح کلا وبلی ونعم :۹۰ ؛منار الھدی :۴۳۲۔۴۳۳؛فتح القدیر ۱۵۹۳؛روح المعانی ۱۴:۱۲۹

۲۸۔ مریم ۷۸۔۷۹

۲۹۔ایضاح الوقف والابتداء۷۶۶/۲؛المکتفی :۳۷۶؛منار الھدی :۴۸۳

۳۰۔الجامع لاحکام القرآن146/11؛البیضاوی،عبد اللہ بن عمر،انوار التنزیل واسرار التاویل،تفسیر البیضاوی۳۲/۴،دارفراس للنشروالتوزیع،س۔ن؛روح المعانی ۱۳۰/۱۶

۳۱۔مریم۱۹: ۸۲-۸۱

۳۲۔المکتفی377 ؛ التمہید فی علم التجوید192 ؛السخاوی، علی بن علی ،ابو الحسن،جمال القراءوکمال الاقراء: 599/2 مطبعۃ المدنی،السعودیۃ، س۔ن ء؛روح المعانی ۱۳۳/۱۶؛الجامع لاحکام القرآن۱۴۸/۱۱

۳۳۔المؤمنون:۱۰۰

۳۴۔جمال القرّاء۵۹۹/۲؛ التمہید فی علم التجوید : ۱۹۲ ؛ابو حیان،محمد بن یوسف،البحر المحیط:۵۴۸/۷، دارالفکر،بیروت لبنان،۱۴۱۱ھ/۱۹۹۲ء؛الجامع الاحکام القرآن ۱۵۰/۱۲؛فتح القدیر ۴۹۸/۳؛روح المعانی ۶۴/۱۸

۳۵۔الفرقان۲۵: ۳۲

۳۶۔ایضاح الوقف والابتداء۸۰۵/۲؛القطع والائتناف:۳۶۸-۳۶۸؛المکتفی :۴۱۷

۳۷۔ محولہ بالا؛الجامع لاحکام القرآن۲۸/۱۳

۳۸۔ایضاح الوقف والابتداء۲/۸۰۵

۳۹۔منارالھدی:۵۴۹

۴۰۔الشعراء،26: 14-15

۴۱۔القطع والائتناف:۳۷۳-۳۷۴؛المکتفی :۴۲۲؛منارالھدی :۵۵۶؛الجامع لاحکام القرآن۱۳/۹۲

۴۲۔الشعراء،26: 61-62

۴۳۔القطع والائتناف :۳۷۵؛المکتفی :۴۲۳؛منار الھدی:۵۵۹؛السیوطی، جلال الدین ،علامہ، الاتقان فی علوم القرآن:۱/۲۵۴،مکتبۃ المعارف ،الریاض،۱۴۲۱ھ/۱۹۹۱ء؛المحلی، محمد بن علی،و السیوطی، عبدالرحمن، ابو بکر، جلال الدین، تفسیر جلالین ۴۸۴،دارالحدیث قاہرہ، س۔ن۔

۴۴۔سبا:۲۷

۴۵۔القطع والائتناف:۴۲۰؛المکتفی :۴۶۵؛الاتقان فی علوم القرآن ۱/۲۴۵؛منار الھدی:۶۲۷؛الجامع لاحکام القرآن،300/14؛تفسیر الجلالین ۱/۵۶۷

۴۶۔یٰس ۳۶: ۵۲

۴۷۔ایضاح الوقف والابتداء۲/۸۵۳؛القطع والائتناف:۴۳۲؛المکتفی: ۴۷۳ ؛منارالھدی:۶۴۱؛ابن جوزی،عبد الرحمٰن بن علی ،زاد المسیرفی علم تفسیر ۷/۲۶، محقق ،عبد الرزاق المھدی،دارالکتاب العربی، بیروت۔؛النسفی،ابوالبرکات،عبداللہ بن احمدابن محمود، تفسیر نسفی:۴/۱۱،دارالکتب العلمیۃ،بیروت، س۔ن

۴۸۔یٰس۳۶: ۸۱

۴۹۔شرح کلاوبلی ونعم : ۹۴ ؛القطع والائتناف :۴۴۳؛المکتفی :۴۷۶؛التمھید فی علم التجوید: ۲۰۲ ؛روح المعانی۲۳/۵۶

۵۰۔منارالھدی :۶۴۴

۵۱۔المؤمن۴۰: ۵۰

۵۲۔شرح کلا وبلی ونعم : ۹۷ ؛القطع والائتناف :۴۵۴ ؛المکتفی : ۴۹۵ ؛التمھید فی علم التجوید: ۲۰۳ ؛منار الھدی:۶۷۸؛؛الجامع لاحکام القرآن۱۵/۳۲۲؛فتح القدیر ۴/۴۹۵

۵۳۔الاحقاف۴۶: ۳۳

۵۴۔شرح کلاوبلی ونعم:99-98؛القطع والائتناف:482؛المکتفی :522؛التمھید فی علم التجوید: 203

۵۵۔المعارج۷۰: ۱۱-۱۵

۵۶۔القطع والائتناف:۵۴۴؛المکتفی۵۸۶؛منار الھدی:۸۰۵؛تفسیر طبری۷۵/۲۹؛الجامع لاحکام القرآن ۲۸۷/۱۸؛ تفسیر الجلالین ۷۶۵/۱

۵۷۔المعارج۷۰: ۳۹-۳۸

۵۸۔ایضاح الوقف والابتداء۴۲۶/۱؛القطع والائتناف :۵۴۵؛المکتفی :۵۸۷؛منار الھدی :۸۰۶؛الجامع لاحکام القرآن۲۹۴/۱۸؛تفسیر النسفی ۲۸۱/۴؛ابن کثیر، ابو الفداء،اسماعیل بن عمر الدمشقی،تفسیر القرآن العظیم ۴۲۴/۴،دارالفکر،بیروت، ۱۴۰۱ھ

۵۹۔البغوی، محمد حسین بن مسعود الفرائ،معالم التنزیل المشہور تفسیر البغوی ۳۳۵/۴، دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۰۷ھ

۶۰۔المدثر۷۴: ۱۶-۱۵

۶۱۔ جمال القرّاء۶۰۰/۲؛القطع والائتناف : ۵۵۱؛منار الھدی:۸۱۴؛التمہید فی علم التجوید:۱۹۴ ؛الجامع لاحکام القرآن۱۹/ ۷۲-۷۳؛روح المعانی ۱۲۲/۲۹

۶۲۔المدثر۷۴: ۵۳-۵۲

63۔ایضاح الوقف والابتداء۴۲۸/۱؛القطع والائتناف :۵۵۱؛المکتفی :۵۹۶؛منار الھدی :۸۱۵؛الجامع لاحکام قرآن ۹۰/۱۹

64۔تفسیرالبیضاوی ۴۱۸/۵

65۔الجامع لاحکام القرآن۹۰/۱۹

66۔القیامۃ۷۵: ۱۰-۱۱

67۔شرح کلا وبلی ونعم:۴۳-۴۴؛ ایضاح الوقف والابتداء۴۲۸/۱؛المکتفی:۵۹۷؛جمال القرّاء۶۰۱/۲؛ منارالھدی :۸۱۸؛البحرالمحیط ۳۴۶/۱۰ روح المعانی ۱۴۰/۲۹

68۔القیامۃ۷۵: ۱۹-۲۰

69۔شرح کلا وبلی ونعم : ۴۳-۴۴ ؛جمال القرّاء۶۰۲/۲؛ایضاح الوقف والابتداء۴۲۹/۱؛التمہید فی علم التجوید:۱۹۵

70۔المطففین۸۳: ۱۳-۱۴

71۔ایضاح الوقف والابتداء۴۳۰/۱؛القطع والائتناف:۵۶۶؛المکتفی:۶۱۳؛الجامع لاحکام القرآن۲۵۹/۱۹؛روح المعانی ۷۲/۳۰

72۔ الانشقاق ۸۴: ۱۴-۱۵

73۔ شرح کلا وبلی ونعم : ۹۸-۹۹ ؛ایضاح الوقف والابتداء ۲/۹۷۲؛القطع والائتناف :۵۶۷؛ المکتفی:۶۱۴؛ التمہید فی علم التجوید: ۲۰۴؛تفسیر الکشاف ۴/۲۲۷؛الجامع لاحکام القرآن ۱۹/۲۹۴؛روح المعانی ۸۱/۳۰

74۔ الفجر ۸۹: ۱۶-۱۷

75۔ ایضاح الوقف والابتداء ۱/۴۳۱؛القطع والائتناف: ۵۷۲؛المکتفی: ۶۱۹

76۔ العلق ۹۶: ۱۵

77۔ شرح کلاوبلی ونعم: ۶۱-۶۲؛القطع والائتناف: ۵۷۶؛التمہید فی علم التجوید: ۱۹۶؛: تفسیر الکبیر ۲۴/۳۲

۷۸۔ شرح کلاوبلی ونعم: ۶۲؛جمال القرّاء ۲/۶۰۵

۷۹۔ التکاثر ۱۰۲: ۵

80۔ مریم ۱۹: ۷۱

81۔ شرح کلاوبلی ونعم : ۶۵ ؛ایضاح الوقف والابتداء ۱/۴۳۲ ؛ المکتفی: ۶۲۸؛فتح القدیر ۵/۴۸۹؛روح المعانی ۲۲۵/۳۰

82۔ الھمزۃ ۱۰۴: ۳-۴

83۔ ایضاح الوقف والابتداء ۱/۴۳۲؛القطع والائتناف: ۵۷۸؛المکتفی: ۶۲۸؛منار الھدی: ۸۶۲

84۔ تفسیر البیضاوی ۵/۵۲۹